نبی اکرمؐ کی سیرت طیبہ کے خال و خط

حافظ محمد یونس

انسانی زندگی میں سب سے ممتاز اگر کوئی چیز ہے تو وہ اخلاق ہے۔ جو شئے دوسروں کو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے اور ایک انسان کو دنیا والوں کی نگاھوں میں محبوب بناتی ہے، وہ اخلاق ھی ہے۔ انسان کتنا ھی حسین و جمیل، تنومند، بہادر صاحب علم و بصیرت اور مال دار کیوں نہ ھو، لیکن اگر اس کا اخلاق اچھا نہیں ہے تو وہ کبھی حقیقی عزت و وقار کا اھل ثابت نہیں ھو سکتا۔

اچھی چیزوں کو ھر دور اور ھر زمانہ میں اچھا ھی کہا گیا ہے۔ آج بھی اخلاص و ایثار، صبر و تحمل، فیاضی و سیر چشمی، نرمی اور شفقت کی تلقین کرنے والے بے شمار مل جائیں گے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ قول کو عمل کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے والے کتنے ھیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کا یہ ایک سنہرا عنوان ہے کہ جو کچھ کہا وھی کیا، جو خود کیا کرتے تھے اسی کی نصیحت و ھدایت دوسروں کو فرمایا کرتے تھے۔ انسان کے اخلاق کا راز داں بیوی سے بڑھ کر اور کون ھو سکتا ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو مسلسل پچیس سال تک حضورؐ کی رفاقت کا شرف حاصل رھا۔ انھوں نے نبوت سے قبل کی زندگی بھی دیکھی اور نبوت سے بعد کا دور بھی دیکھا۔ جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ھوئی اور آپؐ پر پریشانی کا عالم طاری ھوا تو حضرت خدیجہؓ نے جن

الفاظ میں آپ کو تسکین دی وہ آپ کے نبوت سے قبل زندگی کے مکارم اخلاق پر روشنی ڈالتے ہیں۔ انھوں نے عرض کی، ''ہرگز نہیں خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا کیوں کہ آپ غریبوں کی امداد کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض اتارتے ہیں، مصیبت میں لوگوں کے کام آتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مہمانوں کی عزت کرتے ہیں، قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں''۔ (صحیح بخاری باب بدءو الوحی) آپ کی دوسری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رض جو کہ علم و فضل میں بلند مرتبہ رکھتی ہیں، آپ کا پورا دور نبوت ان کی آنکھوں کے سامنے گزرا۔ ان سے زیادہ حضورص کے مکارم اخلاق کا جاننے والا اور کون ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے ان سے حضورص کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا ''ان خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان القرآن'' (آپ کا اخلاق قرآن تھا) (ابوداؤد باب الصلوۃ فی اللیل) آپ مختلف موقعوں پر حضور کے محامد اور اوصاف پر روشنی ڈالتی رہتی تھیں، فرماتی ہیں :

''آپ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ آپ کسی کو برا بھلا نہیں کہتے تھے۔ برائی کے بدلے میں برائی سے کبھی کام نہ لیا۔ ہمیشہ در گزر کرتے اور معاف فرمادیتے۔ کسی پر کبھی لعنت نہیں کی۔ کسی غلام یا جانور تک کو نہیں مارا۔ کسی کی جائز درخواست رد نہیں کی۔'' گھر میں تشریف لاتے تو مسکراتے ہوئے آتے۔ اگر کسی کی کوئی حرکت پسند نہ ہوتی تو اس کا نام لے کر منع نہ فرماتے '' (صحیح بخاری مسلم و ابوداؤد) بلکہ یوں فرماتے ''لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسا ایسا کرتے ہیں''۔

حضرت علی رض ۲۳ برس تک آپ کی نجی زندگی کے شاھد رہے۔ سفر، حضر، جلوت و خلوت میں ساتھ رہنے کے مواقع ان کو ملے۔ وہ فرماتے ہیں۔

''آپ خندہ جبیں اور نرم خو تھے، تنگ دل، تنگ گیر اور عیب جو نہ تھے - کسی کو مایوس نہ کرتے تھے - فضول باتیں نہ کرتے تھے - جن باتوں پر دوسرے ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے - نہایت فیاض، راست گو اور خوش صحبت تھے - اپنی تعریف پسند نہ کرتے تھے - کوئی شخص پہلی دفعہ آپ کو دیکھتا تو مرعوب ہوجاتا تھا، لیکن جیسے جیسے مانوس ہوتا جاتا محبت کرنے لگتا - اور کہا کرتا کہ میں نے آپ جیسا کوئی بھی اس سے پہلے یا بعد نہیں دیکھا،، (شمائل ترمذی، حلیہ مبارک) سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے قدوس نے آپ کے متعلق ''انك لعلی خلق عظیم،، فرمایا، (القلم آیت : ۴) (آپ خلق عظیم کے مالک ھیں) - آپ کے اخلاق کریمانہ کی شہادت ایک جگہ قرآن حکیم ان الفاظ میں دیتا ھے -

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم،، (توبہ - آیت : ۱۲۸) (تمہارے پاس خود تم میں سے ایک رسولؐ آیا - جس پر تمہاری تکلیف بہت گراں گزرتی ھے - وہ تمہاری بھلائی کا بھوکا ھے - ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ھے -)

اللہ تعالی نے آپ کے ان جذبات ترحم کا ذکر کیا ھے جو آپ کے دل میں بنی لوع انسان کے لئے تھے -

فبما رحمة من اللہ لنت لهم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا انفضوا من حولك - (آل عمران آیت : ۱۵۹) (اللہ کے فضل و کرم سے آپؐ ان سے نرمی سے پیش آتے ھیں، اگر کہیں آپؐ کج خلق اور سخت دل ہوتے، تو یہ لوگ آپؐ سے دور بھاگتے -)

خوش خلقی :

نبی کریم علیہ السلام اصول کے بے حد پابند تھے، جس کام کو ایک دفعہ شروع کر دیا اور جو عادت اختیار کرلی، بغیر کسی خاص وجہ کے اسے کبھی ترک نہ کیا۔ تمام اخلاق و اعمال پختہ اور مستحکم تھے۔ اپنے معمولات میں کبھی فرق نہیں کیا۔ نہایت خوش اخلاق اور خندہ رو تھے۔ کسی کی دل شکنی گوارا نہ تھی۔ کسی سے ملتے تو پہلے خود سلام فرماتے۔ اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے۔ (ابو داؤد و ترمذی)

''ایک دفعہ ایک شخص ملاقات کے لئے آیا۔ آپ‌ص نے فرمایا کہ یہ اپنے قبیلے کا اچھا آدمی نہیں ہے، لیکن پھر بھی بلالو۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ‌ص نے اس کے ساتھ نہایت نرم لہجہ اختیار کیا۔ حضرت عائشہ‌رض کو تعجب ہوا تو آپ‌ص نے فرمایا۔ ''خدا کے نزدیک سب سے برا وہ شخص ہے جس کی بد زبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں،،۔ (صحیح بخاری ابو داؤد کتاب الادب باب حسن العشرة) ''حضرت ابو ذر غفاری‌رض کو ایک دفعہ طلب فرمایا۔ وہ گھر نہ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے، اور سینہ سے لگایا،،۔ (ابو داؤد کتاب الادب باب المعانقة)

امانت و دیانت :

آپ‌ص کے حسن سلوک اور امانت و دیانت کی وجہ سے نبوت سے قبل ہی آپ‌ص کو قوم سے ''الامین،، کا لقب مل چکا تھا۔'' ایک دفعہ ایک بدو آپ‌ص سے اپنا قرض مانگنے آیا۔ اس نے اس گستاخی اور بدتمیزی سے گفتگو کی کہ صحابہ‌رض اسے برداشت نہ کرسکے۔ انھوں نے اسے ڈانٹا۔ بدو نے کہا۔

''میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ تم لوگوں کو تو اس کا ساتھ دینا چاہئیے تھا۔ کیونکہ واقعی اس کو کہنے کا حق ہے۔ اس کے بعد صحابہ سے فرمایا اس کا قرض بھی ادا کردو اور اس کو کچھ زیادہ بھی دے دو '' (ابن ماجہ باب لصاحب الحق سلطان)

''غزوہ حنین میں آپ‌ص کو کچھ اسلحہ کی ضرورت پیش آئی۔ آپ‌ص نے صفوان سے زرہیں مانگیں۔ وہ کہنے لگا۔ ''محمدص! کیا کچھ غصب کرنے کا ارادہ ہے؟'' فرمایا ''نہیں - مجھے عاریۃ چاہئیں''۔ اگر کوئی زرہ کم ہوگئی تو اس کا تاوان ادا کردوں گا۔'' واپسی پر واقعی کچھ زرہیں کم ہو گئیں۔ آپ‌ص نے صفوان کو بلا کر معاوضہ دینا چاہا تو وہ کہنے لگا۔ '' یا رسول اللہ میرے دل کی حالت اب پہلے جیسی نہیں۔ مسلمان ہوگیا ہوں، اور معاوضہ نہیں لوں گا''۔ (ابو داؤد باب تضمین العاریۃ)

عدل و انصاف:

عدل و انصاف کے معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن بہت نازک ہوجاتی تھی جب سینکڑوں قبائل سے واسطہ پڑتا تھا اور وہ آپس میں دشمن بھی ہوتے تھے۔ ایک قبیلے کی جائز حمایت پر بھی دوسرے کی ناراضگی کا اندیشہ ہوتا تھا۔ لیکن آپ‌ص نے پیچیدہ سے پیچیدہ صورت حال میں بھی عدل و انصاف کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ غور فرمائیے۔ کتنا نازک موقعہ ہے کہ دربار نبوت میں مغیرہ‌رض بن شعبہ آتے ہیں اور استغاثہ دائر کرتے ہیں کہ صخر نے میری پھوپی کو قبضہ میں لے رکھا ہے۔ آپ‌ص انہیں بلا کر حکم دیتے ہیں کہ ''ان کی پھوپی کو ان کے گھر پہنچا دو۔'' اس کے بعد بنو سلیم آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے کفر کے زمانہ میں

صخر نے ہمارے چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ہم اسلام لے آئے ہیں، ہمارا چشمہ دلا دیجیئے۔ آپ‌ؐ نے پھر صخر کے خلاف حکم دیا، اور انہیں منظور کرنا پڑا۔ یہ صخر وہ بزرگ ہیں جو ایک بڑے طاقت ور قبیلہ کے سردار تھے۔ اور جنھوں نے یہ سن کر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا پندرہ روزہ محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے گئے ہیں خود جاکر طائف والوں کو اتنا دبایا کہ وہ مصالحت پر مجبور ہوگئے۔ اور بارگاہ رسالتؐ میں اس خدمت کی اطلاع بھیجی، اسلام اور مقاصد اسلام کا اتنا زبردست حاسی کہ احسان بھی کر چکا ہے۔ اس کے خلاف فیصلہ دینا معمولی بات نہ تھی۔ ایسے مواقع پر بڑے بڑے مضبوط قدم متزلزل ہو جاتے ہیں۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر فیصلہ دیتے وقت حیا کی سرخی آگئی تھی۔ کہ صخر کو طائف کی فتح کا کوئی صلہ نہ ملا۔ اور انہیں دونوں معاملوں میں شکست ہوئی لیکن یہ آپؐ کی انصاف پسندی کا جذبہ تھا۔ جو نازک ترین حالات میں بھی بیدار رہا۔ (ابو داؤد ص: ۸۰ جلد ۲)

عدل و انصاف کی اس سے بھی بڑھ کر بے نظیر مثال دیکھئے کہ قریش کے ایک معزز خاندان کی ایک عورت چوری کے جرم میں گرفتار کرکے لائی جاتی ہے لوگ چاہتے ہیں کہ یہ سزا سے بچ جائے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زیدرضؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہرضؓ رہائی کی سفارش کرتے ہیں۔ آپ کا چہرہ غصہ سے دافعۃً سرخ ہوجاتا ہے۔ اور فرماتے ہیں۔

''بنی اسرائیل اسی لئے تباہ ہوئے کہ وہ امراء سے درگزر کرتے اور غرباء کو سزا دے دیتے تھے۔ قسم خدا کی اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو

میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا،،۔ (صحیح بخاری کتاب الحدود)

اس عدل و انصاف کا یہ اثر تھا کہ اگرچہ یہودی آپص کے سخت ترین دشمن تھے۔ مگر وہ اپنے مقدمات آپص ہی کی عدالت میں لاتے تھے۔ اور آپص ان کی شریعت کے مطابق ان کا فیصلہ کرتے۔

ایک مثالی واقعہ :

مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق جو بظاہر مسلمان تھا۔ آپس میں کسی معاملہ میں جھگڑ پڑے۔ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ آپص نے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جب وہ دونوں باہر آئے تو منافق نے کہا۔ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں ہے۔ چلو عمر بن خطابرض کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ میں اسلام کا دعوے دار ہوں اس لئے وہ میری رعایت کریں گے۔ حضرت عمررض نے دلائل سنے تو آپ کو معلوم ہوا کہ حضورص یہودی کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں ۔ انہوں نے منافق کو قتل کر دیا۔ کہ جب رسول اللہ نے فیصلہ سنا دیا ہے تو ان کے انصاف کے سامنے ہماری کیا مجال ہے کہ دم مار سکیں۔ اللہ پاک نے اس کی تائید میں رسولص کے عدل و انصاف کو معیار قرار دیتے ہوئے اسے مسلمان ہونے کی شرط قرار دے دیا۔

فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجد وا فى انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما۔ (النساء آیت ۶۵)۔ (تیرے رب کی قسم کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسولص تمام معاملات میں منصف نہ جان لیں گے پھر تمہارے فیصلے سے ان کے دل تنگ نہ ہوں۔ اور آپص کے ہر

حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے ۔ اس وقت تک یہ لوگ ہر گز ایمان دار نہیں ہو سکتے ۔)

ایک مرتبہ اتفاق سے کہیں ایک شخص کے منہ پر آپصؐ کی چھڑی کی خراش آگئی ۔ فوراً بولے ''مجھ سے انتقام لے لو،، ۔ مگر اس شخص نے معاف کر دیا ۔ (ابو داؤد باب ۔ القود بغیر حدید)

جودو سخا :

جود و سخا میں آپصؐ اپنا نظیرنہ رکھتے تھے ۔ تمام زندگی کسی کے سوال پر ''نہیں،، کا لفظ زبان پاک سے نہیں نکلا ۔ (صحیح بخاری کتاب الادب باب حسن الخلق)

آپصؐ فرمایا کرتے تھے ۔ واللہ یعطی وانا قاسم (میں تو بانٹنے کے لئے آیا ہوں اللہ پاک عطا کرتا رہتا ہے۔) ایک مرتبہ ایک شخص کے سوَال پر آپصؐ نے بکریوں کا ریوڑ کا ریوڑ اسے دے دیا ۔ جس پر اس نے قبیلہ میں جا کر کہا ۔ ''اسلام قبول کرلو۔ محمد تو اتنے فیاض ھیں کہ مفلس ھو جانے کی پروا بھی نہیں کرتے،، ۔ (صحیح بخاری باب حسن الخلق والسخا)

''جو آتا تھا شام تک سب تقسیم کر دیتے تھے ۔ ایک روز لینے والا کوئی نہ آیا ۔ سات دینار بستر پر پڑے رہ گئے ۔ تو چہرہ پر پریشانی کے آثار تھے ۔ فرمایا کہ محمد اس حال میں اپنے رب سے ملے کہ اس کے گھر میں نقدی ہو،، ؟ (مسند ابن حنبل ۔ ج ۔ ۳ صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابو ذر رضؓ سے ایک دفعہ راستے میں فرمانے لگے ۔ کہ ''اگر میرے

پاس احد کے پہاڑ برابر بھی سونا ہوجائے۔ تو میں اسے تین راتوں سے زیادہ رکھنا پسند نہ کروں گا،،۔ (صحیح بخاری کتاب الاستقراض)

،،ایک دفعہ بحرین سے اتنا مال آیا کہ اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ آپصہ نے مسجد کے صحن میں ڈھیر کروا دیا۔ اور اسے تقسیم کرنے بیٹھ گئے۔ جو آتا دیتے چلے جاتے۔ حضرت عباسرض کو اتنا ملا کہ وہ بوجھ سے چل نہ سکتے تھے۔ جب کچھ نہ رہا۔ تو کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہو گئے،،۔ (صحیح بخاری باب القسمة) گھر والوں نے عرض کی ،،کہ کچھ ہمارے لئے بھی رکھ لیا ہوتا،،۔ تو فرمایا۔ ،،پیغام بھجوا دیتیں تمہیں بھی بھیج دیتا،،۔ آپصہ نے عام اعلان فرما دیا تھا۔ کہ ،،جو مسلمان مرجائے اور اس کے ذمہ قرض ہو۔ تو وہ میں ادا کروں گا۔ اور اس کے ترکہ کے مالک اس کے وارث ہوں گے،،۔ (صحیح بخاری)

فدک کے رئیس نے آپصہ کی خدمت میں چار اونٹ غلہ سے لاد کر ہدیہ بھیجے۔ آپصہ نے حضرت بلالرض سے فرمایا ،، کہ بازار میں بیچ کر مجھ پر جو قرض ہے ادا کردو۔ انھوں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ آپصہ نے پوچھا ،،کچھ بچ تو نہیں رہا،،۔ بولے ،،ہاں کچھ بچ بھی رہا ہے،،۔ فرمایا ،،جب تک سب ختم نہیں ہوجائے گا۔ میں گھر میں نہیں جاؤں گا،،۔ حضرت بلالرض نے عرض کی حضور ،،کوئی لینے والا نہیں،،۔ آپصہ نے تمام رات مسجد میں گزاری۔ صبح کو حضرت بلالرض نے آکر خوش خبری دی کہ ،،حضور سب تقسیم ہو گیا ہے،،۔ آپصہ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لے گئے۔ (ابو داؤد باب قبول ہدایا المشرکین)

ایثار:

دنیا میں ایثار بڑی چیز ہے اور ایسے انسان بہت ہی کم ہیں جو دوسروں کے مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں، حضرت فاطمہرض آپصہ کی کتنی پیاری اور عزیز بیٹی تھیں۔ جب وہ آتی تھیں تو آپصہ فرط محبت سے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ پیار کرتے تھے۔ اور اپنی جگہ پر بٹھایا کرتے تھے۔ جب انھوں نے تکلیف و مشقت سے تنگ آکر ایک کنیز کی درخواست کی۔ تو ارشاد ہوا کہ ''جب تک اصحاب صفہ کا بندوبست نہ ہولے میں اور طرف متوجہ نہیں ہوسکتا،، (ابو داؤد)

سوال کی ذلت:

گو آپصہ نے عطا کرتے وقت مستحق اور غیر مستحق کی کبھی تمیز نہ کی تھی۔ تاہم ایک بار حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب آپصہ غنیمت کا مال تقسیم فرما رہے تھے۔ تو دو شخصوں نے آکر سوال کیا۔ آپصہ نے جو نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو وہ تنومند اور تندرست تھے۔ آپصہ نے فرمایا۔ ''اگر تم چاہو۔ تو میں تمھیں اسی میں سے دے سکتا ہوں۔ لیکن تندرست اور غنی لوگوں کا اس میں حصہ نہیں رہے،،۔ (ابو داؤد کتاب الزکوۃ)

ایک دفعہ قبیصہ نامی ایک شخص بارگاہ رسالتصہ میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ ''میں مقروض ہوں۔ مجھے کچھ عنایت فرمایا جائے،،۔ آپصہ نے فرمایا ''قبیصہ ہاتھ پھیلانا صرف تین آدمیوں کے لئے جائز ہے۔ پہلا وہ آدمی جو مقروض ہو، دوسرے وہ شخص جس کا تمام سرمایہ تباہ ہو گیا ہو، اور وہ اچانک کسی ناگہانی مصیبت کا شکار ہو گیا ہو۔ اور تیسرے وہ آدمی جس پر فاقوں

کی نوبت آجائے اور محلہ کے تین آدمی اس کی اس حالت پر گواہ ہوں۔ ان کے علاوہ جو آدمی مانگ کر کھاتا ہے۔ وہ حرام کھاتا ہے،،۔ (ابو داؤد کتاب الزکوۃ۔)

ایک روز چند انصاری آپص کی خدمت میں آئے۔ اور اپنی حاجت پیش کی۔ آپص نے فوراً عطا کردیا۔ آپص نے فرمایا ''میں کوئی چیز اپنے پاس بچا کر نہیں رکھوں گا۔ جو کچھ ہوگا عطا کرتا جاؤں گا۔ لیکن یاد رکھو۔ جو شخص اللہ تعالی سے یہ دعا مانگے کہ وہ اسے سوال اور گداگری کی ذلت سے بچائے تو وہ اسے بچا دیتا ہے۔ اور جو اس سے غنی طلب کرے وہ اسے غنی کر دیتا ہے۔ جو صبر کرتا ہے۔ اللہ اسے صابر بنا دیتا ہے،،۔ (صحیح بخاری ص ۱۹۸، کتاب الصدقات)

آپص فرمایا کرتے تھے۔ کہ ''اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد کر لائے اور بیچ کر اپنی آبرو بچائے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے،، (صحیح بخاری کتاب الصدقات)

سادگی :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدح سرائی اور تعریف سے نفرت کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے۔ عیب جوئی سے بھی آپص کو نفرت تھی۔ ناز و نعمت، تکلف اور عیش پرستی بھی آپص کو پسند نہ تھی۔ زیب و زینت اور مکانوں کی سجاوٹ بھی آپص پر گراں گزرتی تھی۔ نہایت سادہ اور بے تکلف زندگی کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپص کا ارشاد ہے کہ ''گھر میں ایک بستر اپنے لئے، ایک بیوی کے لئے اور ایک مہمان کے لئے کافی ہے۔

چوتھا شیطان کا حصہ ہے ۔،، (ابو داؤد جلد دوم کتاب اللباس) حضرت عائشہرض صدیقہ نے گھر میں چھت پر کپڑا لگادیا تھا ۔ آپص نے اسی وقت یہ کہہ کر پھاڑ ڈالا ۔ کہ ''خدا نے ہمیں دولت اس لئے نہیں دی ہے کہ اینٹ اور پتھروں کو کپڑے لپٹاتے پہناتے پھریں ۔ (ایضاً)

ایک دفعہ ایک انصاری نے بلند گنبد تعمیر کیا، آپص نے ناگواری کا اظہار کیا ۔ اور ''فرمایا کہ ضروری عمارت کے سوا انسان کے لئے ہر عمارت وبال ہے،، ، (ایضاً صفحہ ۳٦۴) ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیمتی کپڑے اور قبائیں تحفہ کے طور پر آتیں تو آپص انہیں دوسروں کو دے دیتے ۔ خاص خاص صحابہ کو بھی قیمتی کپڑا نہ پہننے دیتے ۔

حضرت فاطمہرض کے گلے میں سونے کا ہار دیکھ کر فرمایا کہ ''بیٹی ! کیا تمہیں ناگوار نہ ہوگا، جب لوگ کہیں گے کہ پیغمبر کی لڑکی کے گلے میں آگ کا ہار ہے،، ۔ (نسائی جلد ۲، صفحہ ۱۴۳) ۔

ازواج مطہرات نے جب دیکھا کہ لوگ آسودہ ہوگئے ۔ تو بعض نے آپص سے گفتگو کی ۔ کہ ''ہم کو بھی مزید نان و نفقہ اور ساز و سامان دیا جائے ۔ جس سے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکیں،، ۔ آپص کو یہ باتیں ناگوار گزریں ۔ اس ضمن میں یہ آیات نازل ہوئیں : ۔

یا ایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن و اسرحکن سراحاً جمیلاً ۔ وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدارالاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجراً عظیما ۔ (الاحزاب آیت ۲۸ - ۲۹) ۔

(اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے اگر دنیا کی عیش و عشرت اور امیرانہ ٹھاٹ چاہتی ہو۔ تو تمہارا میرے ساتھ نباہ نہیں ہو سکتا آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی اور آخرت کے اعلی مراتب کی طلب ہے۔ تو اللہ تعالی کے ہاں اس کے لئے بہت بڑا اجر تیار ہے) آپ ہمیشہ موٹے جھوٹے اور بھیڑ کی اون کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے۔ آپؐ کا بستر عام طور پر کمبل کا تھا۔ کبھی چمڑے کا بستر بھی بچھا لیتے تھے۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔ حضرت حفصہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ ''ایک رات میں نے بستر مبارک چار تہہ کر کے بچھایا کہ ذرا نرم ہوجائے۔ صبح اٹھ کر آپؐ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ کہ ''تمام رات اس بستر نے مجھے اللہ کی یاد سے غافل رکھا''۔ (شمائل ترمذی)

سنہ ۹ میں یمن سے لے کر شام تک کے ممالک اسلام کے زیر نگیں تھے۔ لیکن فرماں روائے اسلام کے گھر میں ''صرف ایک کھری چارپائی اور چمڑے کا مشکیزہ تھا''۔ (صحیح بخاری کتاب اللباس) ''وفات کے وقت گھر میں تھوڑے سے جو کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا''۔ (مسند ابن حنبلؒ جلد ۹، صفحہ ۱۰۸)

آپؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ ''کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل''۔ (دنیا میں انسان کے لئے اتنا کافی ہے جتنا ایک مسافر کو زاد راہ کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔) (ابن ماجہ کتاب الزھد) ایک دفعہ صحابہؓ نے عرض کی۔ کہ یا رسولؐ اللہ ! ہم آپؐ کے لئے نرم سا گدا بنوا کر حاضر کریں'' ارشاد ہوا۔ ''مجھے دنیا سے کیا غرض ! صرف اتنا تعلق ہے جتنا کہ اس سوار

کو جو تھوڑی دیر کے لئے راہ میں کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور پھر اسے چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے،،۔ (ترمذی کتاب الزھد)

مساوات :

دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں امیر و غریب۔ آقا و غلام اور چھوٹے بڑے سب برا بر تھے۔ اسلام میں حضرت بلالرض، حبشی، صھیبرض رومی اور سلمانرض فارسی کا جو مقام ہے اس سے کون واقف نہیں ہے۔ دربار نبوتصہ میں ان کا رتبہ قریش کے سرداروں سے کم نہ تھا۔ ایک دفعہ انھوں نے ابو سفیانرض کے لئے کچھ سخت لفظ کہہ دئے۔ حضرت ابو بکر صدیقرض نے ٹوکا۔ کہ قریش کے رئیس اعظم کی شان میں یہ الفاظ! رسولصہ کریم کو جو معلوم ھوا تو فرمایا ''کہیں تم نے ان کو ناراض تو نہیں کیا۔ کیونکہ ان کا ناراض کرنا خدا کو ناراض کرنا ہے،،۔ ابو بکررض نے اسی وقت جاکر معافی مانگی۔ (صحیح مسلم فضائل سلمانرض و صھیبرض) مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں آپصہ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کیا اور کسی وقت بھی آپصہ نے اپنے آپصہ کو امتیازی حیثیت نہیں دی۔ (صحیح بخاری)

ایک سفر میں تمام صحابہرض نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ اور کام تقسیم ہوگئے۔ آپصہ نے فرمایا۔ ''جنگل سے لکڑیاں چن کر میں لاؤں گا،،۔ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ آپصہ کا کام بھی ہم خود کرلیں گے۔ لیکن آپصہ نے منظور نہ فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا کہ ''مجھے یہ امتیاز پسند نہیں۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ھمراھیوں میں ممتاز بنتا ہے،،۔ (زرقانی جلد ۴، صہ ۳۰۶)

ایک شخص دربار نبوت میں آتا ہے، اور رعب و دہشت سے کانپنے لگتا ہے، آپص فرماتے ہیں۔ ''گھبراؤ نہیں۔ میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھا کر گزارہ کیا کرتی تھی''۔ (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۸ واقعہ فتح مکہ)

آپص وضو فرما رہے ہیں، اور لوگ برکت کے خیال سے پانی اپنے چلوؤں میں لے کر اپنے جسم پر مل رہے ہیں، آپص فرماتے ہیں۔ کہ ''خدا اور خدا کے رسولص سے محبت ہے تو سچ بولو۔ امانت دار اور اچھے ہمسایہ بنو''۔ (مشکوۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی)

تواضع :

مغرور اور بڑا بننے کا خاص وقت وہ ہوتا ہے جب انسان اپنے جلو میں ہزار ہا انسانوں کا لشکر جرار لئے فاتحانہ شان سے کسی شہر میں داخل ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر بڑے بڑے بے نفس بھی قابو میں نہیں رہتے۔ ''لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواضعانہ خصوصیت کے نمایاں ہونے کا یہی وقت تھا۔ مکہ کی فتح کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو تواضع اور عاجزی سے آپص کا سر اس قدر جھکا ہوا تھا کہ کجاوہ سے مل گیا تھا''۔ (ابن ہشام فتح مکہ) خیبر فتح کر کے خیبر میں داخل ہونے والا فاتح کسی عربی و تازی گھوڑے پر سوار نہ تھا۔ جس کی لگام سنہری ہو۔ بلکہ گدھے پر سوار تھا۔ جس میں لگام کی جگہ کھجور کی رسی بندھی ہوئی تھی۔ (مشکوۃ اخلاق النبیص)

عام زندگی :

غریب سے غریب بیمار ہوتا تو آپص اس کی عیادت کو جاتے۔ مفلسوں

اور ناداروں کے یہاں جا کر ان کے برابر یوں بیٹھ جاتے کہ کوئی پہچان بھی نہ سکتا۔ غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی پرہیز نہ تھا۔ گھر میں خود صفائی کر لیتے۔ کپڑوں میں آپؐ پیوند لگاتے۔ گھر کا کام کاج خود کرتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ جوتی ٹوٹ جاتی تو خود ہی گانٹھ لیتے۔ اور بازار سے سودا خرید لاتے۔ (شمائل ترمذی)

آپؐ نے اپنا کام خود کرنے کو کبھی عار نہیں سمجھا تھا۔ آپؐ نے یہ سبق دیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے کام کو مصیبت اور بیگار سمجھتا ہے وہ اپنی زندگی کو حقیقی طور پر کامیاب نہیں بنا سکتا۔

حیاء:

آپؐ دوشیزہ لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے تھے۔ حمام میں بے پردہ ننگے نہانے تک سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے۔ فرمایا کرتے تھے۔ ''جو عورت اپنے گھر کے سوا کسی اور گھر میں کپڑے اتارتی ہے۔ خدا اس کی پردہ دری کرتا ہے (ترغیب و ترھیب) آپؐ کا ارشاد ہے۔ الحیاء شعبة من الایمان (حیا ایمان کا حصہ ہے) آپؐ کبھی بھی کھلکھلا کر نہیں ھنستے تھے۔ صرف تبسم فرمایا کرتے تھے۔ بازاروں میں جاتے تو چپ چاپ گزر جاتے۔

عزم و استقلال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عزم و استقلال کے مظہراتم تھے۔ آپؐ کے ثبات و عزم کی اس سے بڑھ کر زندہ مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ آپؐ عرب جیسی متکبر خود سر اور سخت جہالت میں مبتلا قوم میں تن تنہا اسلام کی دعوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ نہ کوئی مدد گار اور نہ معاون،

عرب کا ذرہ ذرہ مخالفت کا کوہ گراں بنا ہوا ہے ۔ ،لیکن وقار نبوت کسی چیز کو بھی پرکاہ کے برابر وقعت نہیں دیتا ۔ ، وہ کونسی مصیبت ہے جو آپص پر نہیں ٹوٹی ۔ لیکن آپص بال برابر بھی پروا نہیں کرتے ۔ چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں ۔ اور اپنا کام پورا کرکے رفیق اعلی سے جا ملتے ہیں ۔

پھر ایک اور وقت آتا ہے، قریش ظلم و ستم کرکے تھک جاتے ہیں اور آپص کے سامنے زر و جواھر کا خزانہ ، حسن کی دولت اور حکومت کا تخت پیش کرتے ہیں ۔ ان میں سے ایک ایک چیز بہادر سے بہادر انسان کے قدم متزلزل کر دینے کے لئے کافی تھی ۔ لیکن آپص نے ہر چیز اور ہر پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ۔ اس سے بھی بڑھ کر وہ نازک گھڑی آتی ہے کہ آپص کے زندگی بھر کے مونس و غم خوار چچا ابو طالب بھی ساتھ چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں ۔ یہ آپص کے عزم و استقلال کے امتحان کی آخری ساعت تھی ۔ لیکن اس وقت آپص نے جو فقرے کہے وہ آج بھی جبین وقت پر ثبت ہیں ۔ آپص نے فرمایا ۔ ''چچا جان ! اگر قریش میرے داھنے ھاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند بھی رکھ دیں پھر بھی میں اعلان حق سے باز نہ آؤں گا،، (ابن ھشام) غزوۂ حنین میں جب کہ بارہ ھزار مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے تھے ۔ آپص تیروں کی ھلاکت خیز بارش میں بھی چٹان کی طرح جمے رہے اور زبان پر یہ شعر جاری تھا ۔ انا النبی لا کذب . . . . انا ابن عبد المطلب (صحیح بخاری حنین) (میں جھوٹا نبی نہیں ھوں ۔ میں عبدالمطلب کی اولاد ھوں)

احد میں صفوان برھنہ شمشیر ھاتھ میں لئے چراغ مصطفویص کو بجھانے کے لئے آگے آتا ہے آپ نے نیزے کی انی ایسی لگائی کہ چیخیں مارتا ھوا بھاگ گیا ۔

راست بازی :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راست گفتار اور صداقت شعار ایسے تھے کہ جب آپ نے نبوت کا اعلان کیا۔ تو کسی کو بھی آپصؐ کو جھوٹا کہنے کی ھمت نہ ھوئی ۔ ایک روز قریش کے رؤسا موجود تھے۔ حضور نبی کریم علیہ السّلام کا ذکر چل نکلا۔ تو قریش کا جہاندیدہ سردار نضر بن حارث اٹھ کر کہنے لگا۔ کہ ''اے قریش! محمدصؐ تمہارے سامنے بچہ سے جوان ھوا ھے۔ وہ تم میں سب سے زیادہ امین۔ بات کا سچا اور پسندیدہ تھا۔ اب جب کہ اس کے بالوں پر سپیدی آچلی اس نے تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں۔ تو تم اسے جادوگر، جھوٹا، مجنوں، شاعر اور جادو زدہ انسان کہتے ھو۔ خدا کی قسم میں نے اس کی باتیں سنی ھیں۔ محمد میں ایسی کوئی بات نہیں۔ تم پر تو یہ کوئی نئی ھی مصیبت آئی ھے''۔ (ابن ھشام)

ابو جہل جیسا دشمن اور شیطان صفت انسان کہا کرتا تھا۔ ''محمدصؐ میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا۔ البتہ جو کچھ تم کہتے ھو اسے سچ نہیں سمجھتا''۔ (جامع ترمذی تفسیر انعام)

ابو سفیان جس کو آپصؐ سے خاندانی اور مذھبی دونوں قسم کی دشمنی تھی۔ قیصر روم کے دربار میں برملا آپصؐ کی ذات گرامی پر حملے کرتا ھے۔ لیکن دروغ گو نہ کہہ سکا۔ اس پر قیصر روم نے کہا تھا''۔ ''کہ اگر وہ خدا پر افترا باندھتا تو آدمیوں پر افترا باندھنے سے کب چوکتا''۔ (صحیح بخاری باب ۲، الوحی)

آپ خود سچ کے پرستار تھے۔ اور دوسروں کو سچ بولنے کی سختی سے تاکید

فرمایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپص نے فرمایا کہ ''مسلمان بخیل اور بزدل تو ہو سکتا ھے لیکن جھوٹا کبھی نہیں ہو سکتا،،۔ آپص فرمایا کرتے تھے۔ قل الحق وان کان مراً (ہمیشہ سچ کہو اگرچہ وہ تلخ ہی کیوں نہ ہو۔)

نرم دلی:

آپص رقیق القلب اور نرم دل اتنے تھے۔ کہ مصعب بن عمیر جو کہ ایک نوجوان صحابی تھے اور نہایت ہی ناز و نعم میں پلے تھے ہر وقت بیش قیمت لباس زیب تن کئے رکھتے تھے۔ اسلام قبول کرنے پر ان کے والدین نے انہیں گھر سے نکال دیا، ایک دن اس حال میں آئے کہ وہ جسم جو حریر و اطلس میں ملبوس رہتا تھا اس پر چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ پر اتنا اثر ہوا کہ آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ (ترغیب و ترہیب) کسی کی تکلیف و مصیبت دیکھ کر بیتاب ہوجاتے۔ اور آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل پڑتے۔ عفو و در گزر کا یہ حال تھا کہ لوگوں کے بڑے بڑے قصور معاف کر دیتے تھے۔ اور گالیاں سن کر اور بدزبانی دیکھ کر اور سختیاں اٹھا کر بھی کسی کو کچھ نہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بدو نے آپ کی ردائے مبارک اس زور سے کھینچی کہ آپ کی گردن سرخ ہو گئی۔ آپ نے کچھ نہ کہا اور جو مانگا وہ عطا کر دیا۔

عفو و کرم:

قریش نے آپ کے ساتھ کیا کیا ظلم و ستم روا نہیں رکھا۔ لیکن آپ نے سب کچھ برداشت کیا۔ اور قابو پاکر بھی سب کو معاف کرتے رہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ کہ آپص ان کے حق میں بد دعا کیجئے۔ تو فرمایا کہ مجھے میرا رب یہ کہتا ھے کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا

کر بھیجا ہے، میں بد دعا نہیں کروں گا۔ ابو جہل اور ابو لہب سائے کی طرح آپ کے پیچھے پھرتے۔ خاک ڈالتے۔ جھٹلاتے۔ اور کوئی ہوتا تو غصے سے کانپ اٹھتا۔ مگر آپ مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ یہودیوں اور منافقوں کی شرارتیں کس درجہ دل آزار، اشتعال انگیز اور صبر آزما ہوتی تھیں۔ آپ چاہتے تو ان کے کاشانۂ عیش کو خاکستر بنا کر رکھ دیتے۔ مگر نہیں رحمت عالمؐ کا دامن کرم بہت وسیع تھا۔